بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

اڈیٹر برہان نے گذشتہ ماہِ اگست سنہ ۱۹۴۰ء میں دار العلوم دیوبند کی ایک مجلس میں جو خطبۂ صدارت پڑھا تھا اور جس میں عربی مدارس کے نصاب تعلیم و طرز تعلیم سے متعلق چند اصلاحی تجاویز پیش کی تھیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ملک کے مختلف گوشوں سے اُس کی تائید و حمایت میں اُمید افزا صدائیں بلند ہوئیں، اور کئی ماہ گذر جانے کے باوجود اُس کی صدائے بازگشت بعض حلقوں میں اب بھی گونج رہی ہے۔ مدینہ بجنور نے ۲۸۔ اگست کی اشاعت میں خطبۂ صدارت کا طویل خلاصہ ایک نوٹ کے ساتھ شائع کیا۔ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی یکم رمضان کے اہل حدیث میں خطبہ کے ضروری حصص شائع کیے، اور خود اُس پر ایک طویل تائیدی نوٹ لکھا "حقیقت اسلام" لاہور نے اپنی دو ماہ کی مسلسل اشاعتوں میں اس کا تذکرہ کیا۔ اور علماء کرام کو خطبہ کی اہمیت کی جانب متوجہ کیا۔ اسی طرح الفلاح پرتاب گڈھ نے اپنی دو اشاعتوں میں خطبہ کا خلاصہ اور اس پر اپنا تبصرہ شائع کیا۔ مولانا محمد منظور نعمانی اڈیٹر الفرقان بریلی بھی بعض اور مضامین کے ساتھ اس خطبہ کو الگ کتابی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔

ان مضامین اور اخباری تبصروں کے علاوہ متعدد اکابر و احباب نے ذاتی خطوط میں خطبہ کی تائید و حمایت میں حوصلہ افزا کلمات لکھے۔ پرنسپل محمد شفیع صاحب اورنٹیل کالج لاہور جو ہندوستان کے اساتذۂ عربی میں ایک مسلم شخصیت کے مالک ہیں اڈیٹر برہان کے نام اپنے والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں سمجھتا ہوں اس قسم کا خطبہ جو آپ نے دیا بے اثر نہیں رہ سکتا۔ بشرطیکہ اُس کے مقاصد کو بار بار ان قدیمی درسگاہوں میں پیش کیا جائے، اور خود اُن حضرات سے جو قدیم طرز تعلیم کے دلدادہ ہیں ان پر اظہار رائے کا تقاضا کیا جائے۔ تاکہ وہ اس پر غور کرنے پر مجبور ہوں پھر اگر وہ نہیں تو آئندہ ان کے تلامذہ ان نقائص کے رفع کرنے کی طرف ضرور متوجہ ہونگے"۔

خطبہ میں نصاب تعلیم اور طرز تعلیم سے متعلق جو چند باتیں عرض کی گئی تھیں اُن کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ اُس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ من وعن حرفاً حرفاً درست ہے۔ اور اب اُس میں مزید غور وفکر اور بحث وتمحیص کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ مقصد صرف اس قدر تھا کہ ہندوستان کے عربی مدارس کو اُن امور کی طرف متوجہ کیا جائے جن کی موجودہ زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی صحیح مذہبی اور علمی حیثیت کو برقرار رکھنے اور اُس کو ترقی دینے کے لیے ازبس ضرورت ہے، اور جن کے بغیر ہم اپنے مقاصد سے روز بروز دور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ وہ خطبہ صرف ایک دعوتِ غور وفکر اور ایک پیام بحث ونظر تھا اور بس لیکن سخت حیرت وافسوس ہے کہ اُس کی تائید وتحسین میں باہر سے مختلف آوازیں اُٹھیں۔ مگر وہ حضرات جن کو مخاطب کرکے یہ چند گذارشیں کی گئی تھیں اُن کی طرف سے اب تک ہاں یا نہیں کی کوئی آواز نہیں آئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اس دردمندانہ گذارش کو یا تو سنا ہی نہیں یا اُنھوں نے اس بات کا عزم بالجزم کرلیا ہے کہ

ہم نہیں وہ جو ایک بھی مانیں آپ کرتے رہیں ہزار نہیں

ان حضرات سے ہماری مراد صرف دارالعلوم دیوبند کے علماء کرام ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی تمام دینی درسگاہوں کے اربابِ حل وعقد ہیں۔ ہم ایک مرتبہ پھر اُن سے درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے لیے اپنے خوابِ جمود وخمود کی آنکھیں کھولیے، اپنے احوالِ گرد وپیش کا صحیح جائزہ لیجیے۔ دنیا اس وقت ایک عجیب ذہنی ودماغی انتشار سے گذر رہی ہے عقلیت اور تفلسف کے سیلاب عظیم نے مذہبی عقائد کی بنیادیں متزلزل کردی ہیں۔ تہذیب وتمدنِ جدید کی خیرہ کن چمک نے اسلامی معاشرت وکلچر کو نظروں میں بے وقعت بنادیا ہے۔ احساس شعور کی دنیا بدل رہی ہے۔ اسلامی اخلاق وتہذیب کا نظام درہم برہم ہو رہا ہے